

میں پل دو پل کا شاعر ہوں

ساحر گیت



میں پل دو پل کا شاعر ہوں
پل دو پل میری کہانی ہے

پل دو پل میری ہستی ہے
پل دو پل میری جوانی ہے

مجھ سے پہلے کتنے شاعر
آئے اور آ کر چلے گئے

کچھ آہیں بھر کر لوٹ گئے
کچھ نغمے گا کر چلے گئے

وہ بھی اک پل کا قصہ تھے
میں بھی اک پل کا قصہ ہوں

کل تم سے جدا ہو جاؤں گا
جو آج تمہارا حصہ ہوں

میں پل دو پل کا شاعر ہوں

کل اور آئیں گے نغموں کی
کھلتی کلیاں چنے والے

مجھے سے بہتر کہنے والے
تم سے بہتر سننے والے

کل مجھ کو کوئی یاد کرے
کیوں مجھ کو کوئی یاد کرے

مصرف زمانہ میرے لیے
کیوں وقت اپنا برباد کرے

میں پل دو پل کا شاعر ہوں
پل دو پل میری جوانی ہے



کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ جیسے تجھے کو بنایا گیا ہے میرے لیے

تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کہیں
تجھے زمیں پہ بلایا گیا ہے میرے لیے

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کہ یہ بدلتی نگاہیں میری امانت ہیں
یہ گیسوؤں کی گھنٹی چھاؤں ہیں میری خاطر

یہ ہونٹ اور یہ بائیں میری امانت ہیں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کہ جیسے بجتی ہیں شہنائیاں سی راہوں میں
سہاگ رات ہے کھونگھٹ اٹھا رہا ہوں میں

سمٹ رہی ہے تو شرما کے اپنی بانہوں میں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کہ جیسے تو مجھے چاہے گی عمر بھر یوں ہی
کہ لئے گی مری طرف پیار کی نظر یوں ہی

میں جانتا ہوں کہ تو غیر ہے مگر یوں ہی
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے



تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دنیا میں تنہا ہو گئے

موت بھی آتی نہیں
آس بھی جاتی نہیں

دل کو یہ کیا ہوا
کوئی شے بھاتی نہیں

ایک جان اور لاکھ غم
گھٹ کے رہ جائے نہ دم

آؤ تم کو دیکھ لیں!
ذوق نظروں سے ہم

تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دنیا میں تنہا ہو گئے





میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا

میں وہ نغمہ ہوں جسے پیار کی محفل نہ ملی
وہ مسافر ہوں جسے کوئی بھی منزل نہ ملی

زخم پائے ہیں بہاروں کی تمنا کی تھی
میں چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

کسی گینو کسی آنچل کا سہارا ہی نہیں!
راستے میں کوئی دھندلا سا ستارا ہی نہیں

میری نظروں نے نظاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی

دل میں ناکام امیدوں کے بیرے پائے
روشنی لینے کو نکلا تو اندھیرے پائے

رنگ اور نور کے دھاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی



جیون کے سفر میں راہی، ملتے ہیں کچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو

رورو کے انہیں راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
بنس بنس کے انہی راہوں میں اپنایا تھا بیگانے کو

اب ساتھ نہ گزریں گے ہم، لیکن یہ فضا وادی کی
دھراتی رہے گی برسوں بھولے ہوئے افسانے کو

تم اپنی نئی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے، مرنے کی سزا پانے کو



زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان حسینہ سے ملاقات کی رات

ہائے وہ ریشمی زلفوں سے ہرستا پانی
پھول سے گالوں پہ رُکنے کو ترستا پانی

دل میں طوفان اٹھاتے ہوئے جذبات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

ڈر کے بجلی سے اچانک وہ لپٹا اس کا
اور پھر شرم سے بل کھا کے سمٹا اس کا

کبھی دیکھی نہ سنی ایسی طلسمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

سرخ آنچل کو دبا کر جو نچوڑا اس نے
دل پہ جلتا ہوا اک تیر سا چھوڑا اس نے
آگ پانی میں لگاتے ہوئے حالات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

میرے نغموں میں جو بہتی ہے وہ تصویر تھی وہ
نوجوانی کے حسیں خواب کی تعبیر تھی وہ

آسمانوں سے اتر آئی تھی جو رات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات



مجھے گلے سے لگا لو بہت اداس ہوں میں
غم جہاں سے چھڑا لو بہت اداس ہوں میں

یہ انتظار کا دکھ اب سہا نہیں جاتا
تڑپ رہی ہے محبت رہا نہیں جاتا
تم اپنے پاس بلا لو بہت اداس ہوں میں

ہر اک سانس میں ملنے کی پیاس پلتی ہے
سلگ رہا ہے بدن اور روح جلتی ہے
بچا سکو تو بچا لو بہت اداس ہوں میں

بھٹک چکی ہوں بہت زندگی کی راہوں میں

مجھے اب آ کے چھپالو بہت اداس ہوں میں
مرا سوال نہ نالو بہت اداس ہوں میں





انہیں کھو کر دُکھے دل کی دعا سے اور کیا مانگوں!
میں حیراں ہوں کہ آج اپنی وفا سے اور کیا مانگوں

گریباں چاک ہے، آنکھوں میں آنسو لب پہ آہیں ہیں
یہ کافی ہے دنیا کی ہوا سے اور کیا مانگوں

مرے بربادیوں کی داستان ان تک پہنچ جائے
سوا اس کے محبت کے خدا سے اور کیا مانگوں



جائیں تو جائیں کہاں

سمجھے گا کون یہاں، درد بھرے دل کی زباں

جائیں تو جائیں کہاں

مایوسیوں کا مجمع ہے جی میں

کیا رہ گیا ہے اس زندگی میں

روح میں غم، دل میں دھواں

جائیں تو جائیں کہاں

ان کا بھی غم ہے اپنا بھی غم ہے

اب دل کے بچنے کی امید کم ہے

ایک کشتی سوطوفان

جائیں تو جائیں کہاں



نغمہ و شعر کی سونات کسے پیش کروں
یہ چھلکتے ہوئے جذبات کسے پیش کروں

شوخی آنکھوں کے اجالوں کو لٹاؤں کس پر
مست زلفوں کی سیہ رات کسے پیش کروں

گرم سانسوں میں چھپے راز بتاؤں کس کو
نرم ہونٹوں میں دبی بات کسے پیش کروں

کوئی ہمراز تو پاؤں کوئی ہم دم تو ملے
دل کی دھڑکن کے اشارات کسے پیش کروں



اپنا دل پیش کروں، اپنی وفا پیش کروں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا پیش کروں

تیرے ملنے کی خوشی میں کوئی نغمہ چھیڑوں
یا ترے دردِ جدائی کا گلہ پیش کروں

میرے خوابوں میں بھی تو، میرے خیالوں میں بھی تو
کون سی چیز تجھے تجھ سے جدا پیش کروں

جو تیرے دل کو لبھائے وہ ادا مجھ میں نہیں
کیوں نہ تجھ کو کوئی تیری ہی ادا پیش کروں



مجھے گلے سے لگا لو بہت اُداس ہوں میں
غمِ جہاں سے چھڑا لو بہت اُداس ہوں میں

یہ انتظار کا دُکھ اب سہا نہیں جاتا
تڑپ رہی ہے محبت رہا نہیں جاتا
تم اپنے پاس بلا لو بہت اُداس ہوں میں

ہر اک سانس میں ملنے کی پیاس پلتی ہے
سلگ رہا ہے بدن اور روح جلتی ہے
بچا سکو تو بچا لو بہت اُداس ہوں میں

بھٹک چکی ہوں بہت زندگی کی راہوں میں

مجھے اب آ کے چھپا لو بہت اُداس ہوں میں
مرا سوال نہ نالو بہت اُداس ہوں میں





پرتوں کے پیڑوں پر شام کا بئرا ہے
سرمئی اُجالا ہے ، چمپئی اندھیرا ہے

دونوں وقت ملتے ہیں دو دلوں کی صورت میں
آسمان نے خوش ہو کر رنگ سا بکھیرا ہے

ٹھہرے ٹھہرے پانی میں گیت سرسراتے ہیں
بھگے بھگے جھونکوں میں خوشبوؤں کا ڈیرا ہے

کیوں نہ جذب ہو جائیں اس حسین نظارے میں
روشنی کا جھر مٹ ہے ، مستیوں کا گھیرا ہے



یہ زلف اگر کھل کے بکھر جائے تو اچھا
اس رات کی تقدیر سنور جائے تو اچھا

جس طرح سے تھوڑی سی ترے ساتھ کٹی ہے
باقی بھی اسی طرح گزر جائے تو اچھا

دنیا کی نگاہوں میں برا کیا ہے بھلا کیا
یہ بوجھ اگر دل سے اتر جائے تو اچھا

ویسے تو تمہیں نے مجھے برباد کیا ہے
الحرام کسی اور کے سر جائے تو اچھا



رات بھی ہے کچھ بھیگی بھیگی
چاند بھی ہے کچھ مدہم مدہم

تم آؤ تو آنکھیں کھولے
سوئی ہوئی پائل کی چھم چھم!

کس کو بتائیں کیسے بتائیں
آج عجب ہے دل کا عالم

چین بھی ہے کچھ ہکا ہکا
درد بھی ہے کچھ مدہم مدہم



جو بات تجھ میں ہے، تری تصویر میں نہیں

رنگوں میں تیرا عکس ڈھلا تو نہ ڈھل سکی
سانسوں کی آنچ جسم کی خوشبو نہ ڈھل سکی
تجھ میں جو لوچ ہے مری تحریر میں نہیں

بے جان حسن میں کہاں رفتار کی ادا
انکار کی ادا ہے نہ اقرار کی ادا
کوئی لچک بھی زلفِ گرہ گیر میں نہیں

دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تیری طرح
پھر ایک بار سامنے آ جا کسی طرح

کیا اور اک جھلک مری تقدیر میں نہیں





تم اگر مجھ کو نہ چاہو تو کوئی بات نہیں
تم کسی اور کو چاہو گی تو مشکل ہو گی

اب اگر میل نہیں ہے تو جدائی بھی نہیں
بات توڑی بھی نہیں تم نے بنائی بھی نہیں

یہ سہارا بھی بہت ہے مرے جینے کے لئے
تم اگر میری نہیں ہو تو پرانی بھی نہیں

میرے دل کو نہ سراہو تو کوئی بات نہیں
غیر کے دل کو سراہو گی تو مشکل ہو گی

تم حسیں ہو تمہیں سب پیار ہی کرتے ہونگے
میں جو مرتا ہوں تو کیا اور بھی مرتے ہونگے

سب کی آنکھوں میں اسی شوق کا طوفان ہو گا
سب کے سینے میں یہی درد ابھرتے ہوں گے

میرے غم میں نہ کراہو تو کوئی بات نہیں!
اور کے غم میں کراہو گی تو مشکل ہو گی

پھول کی طرح ہنسو سب کی نگاہوں میں رہو
اپنی معصوم جوانی کی پناہوں میں رہو

مجھ کو وہ دن نہ دکھانا تمہیں اپنی ہی قسم
میں ترستا رہوں تم غیر کی بانہوں میں رہو

تم جو مجھ سے نہ نباہو تو کوئی بات نہیں
کسی دشمن سے نباہو گی تو مشکل ہو گی

تم اگر مجھ کو نہ چاہو تو کوئی بات نہیں
تم کسی اور کو چاہو گی تو مشکل ہو گی





تپتے دل پر یوں گرتی ہے
تیری نظر سے پیار کی شبنم

جاتے ہوئے جنگل پر جیسے
برکھا برے رک رک تھم تھم

ہوش میں تھوڑی بیہوشی ہے
بے ہوشی میں ہوش ہے کم

تجھ کو پانے کی کوشش میں
دونوں جہاں سے کھوئے گئے ہم



یہ وادیاں، یہ فضا ئیں بلا رہی ہیں تمہیں
خوشیوں کی صدا ئیں بلا رہی ہیں تمہیں

ترس رہے ہیں جواں پھول ہونٹ چھونے کو
مچل مچل کے ہوائیں بلا رہی ہیں تمہیں!

تمہاری زلفوں سے خوشبو کی بھٹک لینے کو
جھکی جھکی سی گھٹائیں بلا رہی ہیں تمہیں

حسین چمپئی پیروں کو جب سے دیکھا ہے
ندی کی مست ادائیں بلا رہی ہیں تمہیں

مرا کہا نہ سنو، ان کی بات تو سن لو
ہر ایک دل کی دعائیں بلا رہی ہیں تمہیں





تم چلی جاؤ گی ، پرچھائیاں رہ جائیں گی
کچھ نہ کچھ حسن کی رعنائیاں رہ جائیں گی

تم کہ اس جھیل کے ساحل پہ ملی ہو مجھ سے
جب بھی دیکھوں گا یہیں مجھ کو نظر آؤ گی

یاد مٹی ہے نہ منظر کوئی مٹ سکتا ہے
دور جا کر بھی تم اپنے کو یہیں پاؤ گی

گھل کے رہ جائے گی جھونکوں میں بدن کی خوشبو
زلف کا عکس گھٹاؤں میں رہے گا صدیوں

پھول چپکے سے چہا لیں گے لبوں کی سرخی
یہ جواں حسن فضاؤں میں رہے گا صدیوں

اس دھڑکتی ہوئی شاداب و حسین وادی میں
یہ نہ سمجھو کہ ذرا دیر کا قصہ ہو تم

اب ہمیشہ کے لیے میرے مقدر کی طرح
ان نظاروں کے مقدر کا بھی حصہ ہو تم

تم چلی جاؤ گی پرچھائیاں رہ جائیں گی!
کچھ نہ کچھ حسن کی رعنائیاں رہ جائیں گی



اشکوں میں جو پایا ہے، وہ گیتوں میں دیا ہے
اس پر بھی سنا ہے کہ زمانے کو گلا ہے

جو تار سے نکلی ہے، وہ دھن سب نے سنی ہے
جو ساز پہ گزری ہے، وہ کس دل کو پتہ ہے

ہم پھول ہیں، اوروں کے لیے لائے ہیں خوشبو
اپنے لیے لے دے کسے بس اک داغ ملا ہے



یہ محلوں یہ تختوں یہ تاجوں کی دنیا
یہ انساں کے دشمن سماجوں کی دنیا
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

ہر اک جسم گھائل ہر اک روح پیاسی
نگاہوں میں الجھن دلوں میں اداسی
یہ دنیا ہے یا عالم بدحواسی

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

یہاں اک کھلونا ہے انساں کی ہستی
یہ بستی ہے مردہ پرستوں کی بستی!
یہاں پر تو جیون سے ہے موت سستی

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

جوانی بھٹکتی ہے بدکار بن کر
جواں جسم تجتے ہیں بازار بن کر
یہاں پیار ہوتا ہے بیوپار بن کر

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

جلا دو اسے پھونک ڈالو یہ دنیا
مرے سامنے سے ہٹا لو یہ دنیا
تمہاری ہے تم ہی سنبھالو یہ دنیا

یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

© Copyright www.nayaab.net 2005 سال



جرم الفت پہ ہمیں لوگ سزا دیتے ہیں
کیسے نادان ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں

ہم سے دیوانے کہیں ترک وفا کرتے ہیں
جان جائے کہ ربے بات نبھا دیتے ہیں

آپ دولت کے ترازو میں دلوں کو تولیں
ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں

تخت کیا چیز ہے اور لعل و جواہر کیا ہیں
عشق والے تو خدائی بھی لٹا دیتے ہیں

ہم نے دل دے بھی دیا ، عہد وفا لے بھی لیا
آپ اب شوق سے دے لیں جو سزا دیتے ہیں



غزلیں



دیکھا تو تھا یونہی کسی غفلت شعار نے
دیوانہ کر دیا دل بے اختیار نے

اے آرزو کے دھندلے خوابو! جواب دو
پھر کس کی یاد آئی تھی مجھ کو پکارنے

تجھ کو خبر نہیں، مگر اک سادہ لوح کو
برباد کر دیا ترے دو دن کے پیار نے

میں، اور تم سے ترکِ محبت کی آرزو
دیوانہ کر دیا ہے غم روزگار نے

اب اے دل بتا ترا کیا خیال ہے
ہم تو چلے تھے کاکل گیتی سنوارنے





اہل دل اور بھی ہیں اہل وفا اور بھی ہیں
ایک ہم ہی نہیں دنیا سے خفا اور بھی ہیں

ہم پہ ہی ختم نہیں مسلک شوریدہ سری
چاک دل اور بھی ہیں چاک تبا اور بھی ہیں

کیا ہوا گر مرے یاروں کی زبانیں چپ ہیں
میرے شاہد مرے یاروں کے سوا اور بھی ہیں

سر سلامت ہے تو کیا سنگِ ملامت کی کمی
جان باقی ہے تو پیکانِ قضا اور بھی ہیں

مصنفِ شہر کی وحدت پہ نہ حرف آ جائے
لوگ کہتے ہیں کہ اربابِ جفا اور بھی ہیں





تک آ چکے ہیں کشمکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

مایوسی مآل محبت نہ پوچھئے!
اپنوں سے پیش آئے ہیں بیگانگی سے ہم

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلا نہ کریں گے کسی سے ہم

ابھریں گے ایک بار ابھی دل کے ولولے
کو دب گئے ہیں بار غم زندگی سے ہم

گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم

اللہ رے فریب مشیت کہ آج تک
دنیا کے ظلم سہتے ربے خامشی سے ہم





صدیوں سے انسان یہ سنتا آیا ہے
دکھ کی دھوپ کے آگے مکھ کا سایا ہے

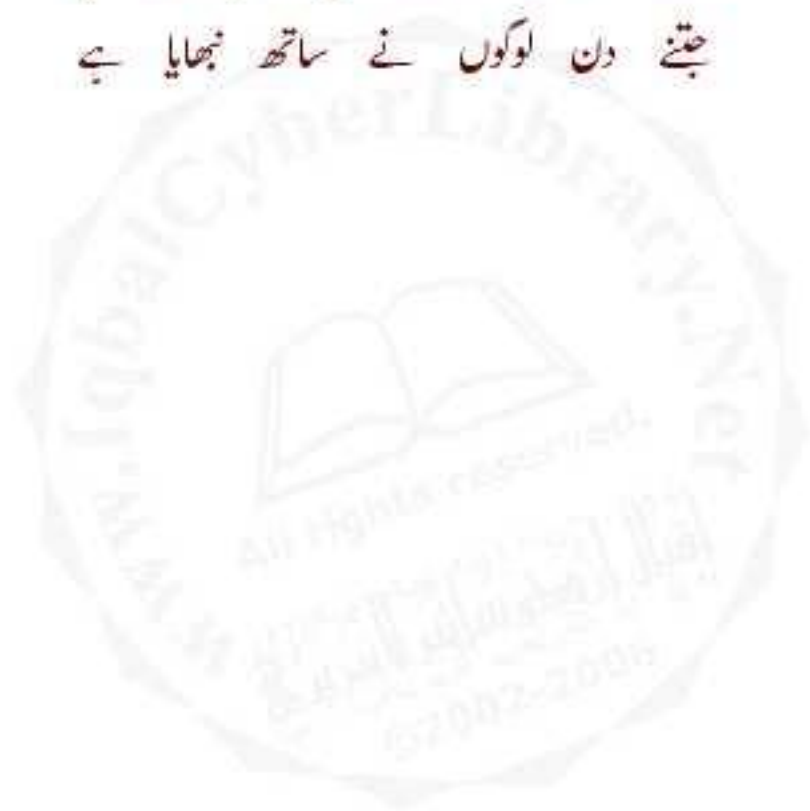
ہم کو ان سستی خوشیوں کا لوبھ نہ دو
ہم نے سوچ سمجھ کر غم اپنایا ہے

جھوٹ تو قاتل ٹھہرا اس کا کیا رونا
سچ نے بھی انسان کا خون بہلایا ہے

پیدائش کے دن سے موت کی زد میں ہیں!
اس مقتل میں کون ہمیں لے آیا ہے

اول اول جس دل نے برباد کیا
آخر آخر وہ دل ہی کام آیا ہے

اتنے دن احسان کیا دیوانوں پر
جتنے دن لوگوں نے ساتھ نبھایا ہے





بہت گھٹن ہے کوئی صورت بیاں نکلے
اگر صدا نہ اٹھے کم سے کم نغاں نکلے

فقیر شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیر شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے

حقیقتیں ہیں سلامت تو خواب بہترے
لال یہ ہے کہ کچھ خواب رایگاں نکلے

ادھر بھی خاک اڑی ہے ادھر بھی خاک اڑی
جہاں جہاں سے بہاروں کے کارواں نکلے



محبت ترک کی میں گریبان سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو زہر یہ بھی پی لیا میں نے

ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں
کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے

انہیں اپنا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے

بس اب تو دامنِ دل چھوڑ دو بے کار امیدو
بہت دکھ سہم لیے میں بہت دن جی لیا میں نے



میں زندہ ہوں یہ مشہر کیجئے
مرے قتالوں کو خبر کیجئے

زمین سخت ہے آسمان دور ہے
بسر ہو سکے تو بسر کیجئے

ستم کے بہت سے ہیں رد عمل
ضروری نہیں چشم تر کیجئے

وہی ظلم بار بار دگر ہے
وہی جرم بار بار دگر کیجئے

قفص توڑنا بعد کی بات ہے
ابھی خواہش ہاں و پر کیجئے





سزا کا حال سنائیں جزا کی بات کریں
خدا ملا ہو جنہیں وہ خدا کی بات کریں

انہیں پتہ بھی چلے اور وہ خفا بھی نہ ہوں
اس احتیاط سے کیا مدعا کی بات کریں

ہمارے عہد کی تہذیب میں قبا ہی نہیں
اگر قبا ہو تو بندِ قبا کی بات کریں

ہر ایک دور کا مذہب نیا خدا لایا
کریں تو ہم بھی مگر کس خدا کی بات کریں

وفا شعار کئی ہیں، کوئی حسین بھی تو ہو
چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں





خودداریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے

ہو کر خراب مے ترے غم تو بھلا دیئے
لیکن غمِ حیات کا درماں نہ کر سکے

ٹوٹا ظلم عہدِ محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے

ہر شے قریب آ کے کشش اپنی کھو گئی
وہ بھی علاجِ شوقِ گریزاں نہ کر سکے

کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

مایوسیوں نے چھین لیے دل کے ولولے
وہ بھی نشاطِ روح کا سماں نہ کر سکے





یہ زمیں جس قدر سجائی گئی
زندگی کی تڑپ بڑھائی گئی

آئینے سے بگڑ کے بیٹھ گئے
جن کی صورت جنہیں دکھائی گئی

دشمنوں ہی سے بیر نبھ جائے
دوستوں سے تو آشنائی گئی

نسل در نسل انتظار رہا
قصر ٹوٹے نہ بے نوائی گئی

زندگی کا نصیب کیا کہیے
ایک بیتا تھی جو ستائی گئی

ہم نہ اوتار تھے نہ پیغمبر
کیوں یہ عظمت ہمیں دلائی گئی

موت پائی صلیب پر ہم نے
عمر بن باس میں بتائی گئی



ہوں نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں

ہمیں سے رنگ گلستاں ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب
ابھی حیات کا ماحول خوشگوار نہیں

تمہارے عہد وفا کو میں عہد کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبت پہ اعتبار نہیں

نہ جانے کتنے گلے اس میں مضطرب ہیں ندیم
وہ ایک دل جو کسی کا گلہ گزار نہیں

گریز کا نہیں قاتل حیات سے لیکن!
جو سچ کہوں کہ مجھے موت ناکوار نہیں

یہ کس مقام پہ پہنچا دیا زمانے نے
کہ اب حیات پہ تیرا بھی اختیار نہیں



نغمہ جو ہے تو روح میں ہے، نے میں کچھ نہیں
گر تجھ میں کچھ نہیں تو کسی شے میں کچھ نہیں

تیرے لہو کی آنچ سے گرمی ہے جسم کی!
مے کے ہزار وصف سہی مے میں کچھ نہیں

جس میں خلوص فکر نہ ہو وہ سخن فضول!
جس میں نہ دل شریک ہو اس کے میں کچھ نہیں

کشکول فن اٹھا کے سوئے خسرواں نہ جا
اب دست اختیارِ جم و لے میں کچھ نہیں



ہر قدم مرحلہ دار و صلیب آج بھی ہے
جو کبھی تھا وہی انسان کا نصیب آج بھی ہے

جگمگاتے ہیں افق پر یہ ستارے لیکن
راستہ منزل ہستی کا مہیب آج بھی ہے

سر مقتل جنہیں جانا تھا وہ جا بھی پہنچے
سر منزل کوئی محتاط خطیب آج بھی ہے

اہل دانش نے جسے امر مسلم جانا
اہل دل کے لیے وہ بات عجیب آج بھی ہے

یہ تیری یاد ہے یا میری اذیت کوشی
ایک نشترِ سارگِ جاں کے قریب آج بھی ہے

کون جانے یہ تیرا شاعر آشفۂ مزاج
کتنے مغرور خداؤں کا رقیب آج بھی ہے





نفس کے لوچ میں رم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے
حیات، ساغرِ سم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

تری نگاہ مرے غم کی پاسدار سہی
مری نگاہ میں غم ہی نہیں، کچھ اور بھی ہے

مری ندیم محبت کی رفعتوں سے نہ گزر
بلند بامِ حرم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

یہ اجتناب ہے عکسِ شعورِ محبوبی
یہ احتیاطِ ستم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

ادھر بھی ایک اچنتی نظر کہ دنیا میں
فروغ محفل جم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے

نئے جہان بسائے ہیں فکر آدم نے
اب اس زمیں پہ ارم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے





بھڑکا رہے ہیں آگ اب نغمہ گھر سے ہم
خاموش کیا رہیں گے زمانے کے ڈر سے ہم

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو بے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم



جب کبھی ان کی توجہ میں کمی پائی گئی
از سر نو داستانِ شوق دہرائی گئی

بک گئے جب تیرے لب پھر تجھ کو کیا شکوہ اگر
زندگانی بادہ و ساغر سے بہلائی گئی

اے غم دنیا! تجھے کیا علم تیرے واسطے
کن بہانوں سے طبیعتِ راہ پر لائی گئی

ہم کریں ترکِ وفا اچھا چلو یونہی سہی
اور اگر ترکِ وفا سے بھی نہ رسوائی گئی

کیسے کیسے چشم و عارض گردِ غم سے بچھ گئے
کیسے کیسے پیکروں کی شان زیبائی گئی

دل کی دھڑکن میں توازن آچلا ہے خیر ہو
میری نظریں بچھ گئیں یا تیری رعنائی گئی

ان کا غم، ان کا تصور، ان کے شکوے اب کہا
اب تو یہ باتیں بھی اے دل ہو گئیں آئی گئی!

جراتِ انسان پہ کو تادیب کے پہرے رہے
فطرتِ انساں کو کب زنجیر پہنائی گئی

عرصہ ہستی میں اب تیشہ زنوں کا دور ہے
رسم چنگیزی اٹھی، توقیر تاناری گئی!



دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنا قریب سے
چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے

اے روح عمر جاگ، کہاں سو رہی ہے تو
آواز دے رہے ہیں پیہر صلیب سے

اس ریشتی حیات کا تک اٹھائیں بار
یہاں اب ابھنے لگے ہیں طبیب سے

اس طرح زندگی نے دیا ہے ہمارا ساتھ
جیسے کوئی نباہ رہا ہو رقیب سے



افق کے درپے سے کرنوں نے جھانکا
فضا تن گئی راستے مسکرائے

سمئے لگی نرم کھرے کی چادر!
جواں شاخساروں نے گھونگھٹ اٹھائے

پرنڈوں کی آواز سے کھیت چونکے
پُراسرار مے میں ربٹ گنگنائے

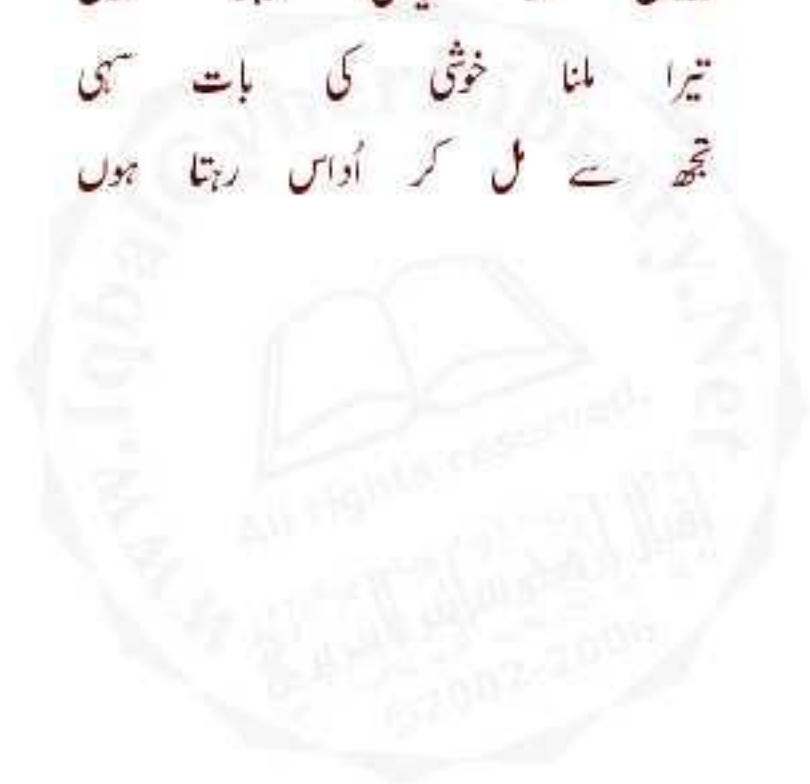
حسین شبنم آلود پگنڈیوں سے
لپٹنے لگے ہبز پیڑوں کے سائے

وہ دور ایک ٹیلے پہ آنچل سے جھلکا
تصور میں لاکھوں دیئے جھلملائے





چند کلیاں نشاط کی پُجن کر
مدتوں محو یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اُداس رہتا ہوں





خلوت و جلوت میں تم مجھ سے ملی ہو بارہا
تم نے کیا دیکھا نہیں، میں مسکرا سکتا نہیں

میں کہ مایوسی مری فطرت میں داخل ہو چکی
جبر بھی خود پر کروں تو گنگنا سکتا نہیں

مجھ میں کیا دیکھا کہ تم الفت کا دم بھرنے لگیں
میں تو خود اپنے بھی کوئی کام آ سکتا نہیں

روح افزا ہیں جنون عشق کے نغمے مگر!
اب میں ان گائے ہوئے گیتوں کو گا سکتا نہیں

میں نے دیکھا ہے شکست ساز الفت کا سما
اب کسی تحریک پر مربوط اٹھا سکتا نہیں

دل تمہاری شدت احساس سے واقف تو ہے
اپنے احساسات سے دامن چھڑا سکتا نہیں

تم مری ہو کر بھی بیگانہ پاؤ گی مجھے!
میں تمہارا ہو کے بھی تم میں سا سکتا نہیں

گائے ہیں میں نے خلوص دل سے بھی الفت کے گیت
اب ریاکاری سے بھی چاہوں تو گا سکتا نہیں

کس طرح تم کو بنا لوں میں شریک زندگی
میں تو اپنی زندگی کا بار اٹھا سکتا نہیں

یاس کی تاریکیوں میں ڈوب جانے دو مجھے
اب میں شمع آرزو کی لو بڑھا سکتا نہیں





عہدِ گم گشتہ کی تصویر دکھاتی کیوں ہو
ایک آوارہ منزل کو ستاتی کیوں ہو

وہ حسین عہد جو شرمندہ ایفا نہ ہوا
اس حسین عہد کا مفہوم جتاتی کیوں ہو

زندگی شعلہ بے باک بنا لو اپنی
خود کو خاکستر خاموش بناتی کیوں ہو

میں تصوف کے مراحل کا نہیں ہوں قائل
میری تصویر پہ تم پھول چڑھاتی کیوں ہو

کون کہتا ہے کہ آپیں ہیں مصائب کا علاج
جان کو اپنی عبث روگ لگاتی کیوں ہو

ایک سرکش سے محبت کی تمنا رکھ کر
خود کو آئین کے پھندوں میں پھنساتی کیوں ہو

میں سمجھتا ہوں تقدس کو تمدن کا فریب
تم رسومات کو ایمان بناتی کیوں ہو؟

جب تمہیں مجھ سے زیادہ بے زمانے کا خیال
پھر مری یاد میں یوں اشک بہاتی کیوں ہو

تم میں ہمت ہے تو دنیا سے بغاوت کر دو
ورنہ ماں باپ جہاں کہتے ہیں شادی کر لو





اپنے سینے سے لگائے ہوئے امید کی لاش
مدتوں زیت کو ناشاد کیا ہے میں نے

تو نے تو ایک ہی صدمے سے کیا تھا دوچار
دل کو ہر طرح سے برباد کیا ہے میں نے

جب بھی راہوں میں نظر آئے حریری ملبوس
سرد آہوں میں تجھے یاد کیا ہے میں نے

اور اب جب کہ مری روح کی پہنائی میں
ایک سنسان سی مغموم گھٹا چھائی ہے

تو دکتے ہوئے عارض کی شعاعیں لے کر
گل شدہ شمعیں جلانے کو چلی آئی ہے

میری محبوب، یہ ہنگامہ تجدید وفا
میری افسردہ جوانی کے لیے راس نہیں

میں نے جو پھول چنے ترے قدموں کے لیے
ان کا دھندلا سا تصور بھی مرے پاس نہیں

ایک بخ بستہ اداسی ہے دل و جاں پہ محیط
اب مری روح میں باقی ہے نہ امید نہ جوش

رہ گیا دب کے گراں بار سلاسل کے تلے
مری درماندہ جوانی کی امنگوں کا خروش

ریگ زاروں میں گولوں کے سوا کچھ بھی نہیں
سایہ ابر گریزاں سے مجھے کیا لینا

بچھ چکے ہیں مرے سینے میں محبت کے کنول
اب ترے حسن پشیاں سے مجھے کیا لینا

ترے عارض پہ یہ ڈھلکے ہوئے سیمیں آنسو
میری افسردگی غم کا مداوا تو نہیں

تیری محبوب نگاہوں کا پیام تجدید
اک تلافی ہی سہی میری تمنا تو نہیں



میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ
اپنی مایوس امنگوں کا فسانہ نہ سنا

زندگی تلخ تھی، زہر تھی، سم ہی تھی
درد و آزار تھی، جبر تھی، غم ہی تھی

لیکن اس درد و غم و جبر کی وسعت کو تو دیکھ
ظلم کی چھاؤں میں دم توڑتی خلقت کو تو دیکھ

اپنی مایوس امنگوں کا فسانہ نہ سنا
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ

جلسہ گاہوں میں یہ دہشت زدہ سہجے انبوہ
راہگذاروں پہ فلاکت زدہ لوگوں کے گروہ

بھوک اور پیاس سے پڑمردہ سیہ فام زمیں
تیرہ و تار مکاں، مفلس و بیمار مکین

نوع انساں میں یہ سرمایہ و محنت کا تضاد
امن و تہذیب کے پرچم تلے قوموں کا فساد

ہر طرف آتش و آہن کا یہ سیلاب عظیم
نت نئے طرز پہ ہوتی ہوئی دنیا تقسیم

لہلاتے ہوئے کھیتوں پہ جوانی کا سماں
اور دھقان کے چھپر میں نہ بتی نہ دھواں

یہ فلک بوس ملیں دل کش و سیمیں بازار
یہ غلاظت پہ جھپٹتے ہوئے بھوکے بازار

دور ساحل پہ وہ شفاف مکانوں کی قطار
سرسراتے ہوئے پردوں میں سمٹتے گلزار

در و دیوار پہ انور کا سیلاب رواں
جیسے ایک شاعر مدہوش کے خوابوں کا جہاں

یہ سبھی کیوں ہے یہ کیا ہے مجھے کچھ سوچنے دے
کون انسان کا خدا ہے مجھے کچھ سوچنے دے

اپنی مایوس انگوں کا فسانہ نہ سنا!
میری ناکام محبت کی کہانی مت چھیڑ



فن کار

میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے
آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں

آج دکان پہ نیام اٹھے گا ان کا
تو نے جن گیتوں پہ رکھی تھی محبت کی اساس

آج چاندی کے ترازو میں تلے گی ہر چیز
میرے افکار، مری شاعری، میرا احساس

جو تری ذات سے منسوب تھے ان گیتوں کو
مفلسی جنس بنانے کو اتر آئی ہے!

بھوک تیرے رخ رنگین کے فسانوں کے عوض
چند اشیائے ضرورت کی تمنائی ہے

دیکھ اس عرصہ گہہ محنت و سرمایہ میں
میرے نفعے بھی میرے پاس نہیں رہ سکتے

تیرے جلوے کسی زر دار کی میراث سہی
تیرے خاکے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے

آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں
میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے

تاج محل

تاج تیرے لیے ایک مظہر الفت ہی سہی
تجھ کو اس وادی رنگیں سے عقیدت ہی سہی
میرے محبوب کہیں اور ملا کر مجھ سے

بزم شاہی میں غریبوں کا گزر کیا معنی
ثبت جس راہ میں ہوں سطوت شاہی کے نشان
اس پر الفت بھری روحوں کا سفر کیا معنی

میرے محبوب پس پردہ تشہیر وفا
تو نے سطوت کے نشانوں کو تو دیکھا ہوتا
مردہ شاہوں کے مقابلے سے بہلنے والے
اپنے تاریک مکانوں کو تو دیکھا ہوتا

اُن گنت لوگوں نے دنیا میں محبت کی ہے
کون کہتا ہے کہ صادق نہ تھے جذبے ان کے
لیکن ان کے لیے تشہیر کا سامان نہیں
کیونکہ وہ لوگ بھی اپنی ہی طرح مفلس تھے

یہ عمارات و مقابر یہ فصیلیں یہ حصار
مطلق الحکم شہنشاہوں کی عظمت کے ستوں
سینہ دھر کے ناسور ہیں کہنہ ناسور
جذب ہے ان میں ترے مرے اجداد کا خون

میری محبوب! انہیں بھی تو محبت ہو گی
جن کی ضاعی نے بخشی ہے اسے شکل جمیل
ان کے پیاروں کے مقابر رے بے نام و نمود
آج تک ان پر جلانی نہ کسی نے قدیل

یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ، یہ محل
یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق
میری محبوب! کہیں اور ملا کر مجھ سے



ناکامی

میں ہر چند غم عشق کو کھونا چاہا
غم الفت غم دنیا میں سمونا چاہا!

وہی افسانے مری سمت رواں ہیں اب تک
وہ شعلے مرے سینے میں نہاں ہیں اب تک

وہی بے سود خلش ہے مرے سینے میں ہنوز
وہی بے کار تمنائیں جواں ہیں اب تک

وہی گیسو مری راتوں پہ ہیں بکھرے بکھرے
وہی آنکھیں مری جانب نگراں ہیں اب تک

کثرت غم بھی مرے غم کا مداوا نہ ہوئی
میرے بے چین خیالوں کو سکوں مل نہ سکا

دل نے دنیا کے ہر اک درد کو اپنا تو لیا
مضطرب روح کو انداز جنوں مل نہ سکا

میری تخیل کا شیرازہ برہم ہے وہی
میرے بجھتے ہوئے احساس کا عالم ہے وہی

وہی بے جا ارادے وہی بی رنگ سوال
وہی بے روح کشاکش وہی بے چین خیال

آہ اس کش مکش صبح و مسا کا انجام
میں بھی ناکام مری سعی عمل بھی ناکام

متاع غیر

میرے خوابوں کے جھروکوں کو جانے والی
تیرے خوابوں میں کہیں میرا گزر ہے کہ نہیں

پوچھ کر اپنی نگاہوں سے بتا دے مجھ کو
میری راتوں کے مقدر میں سحر ہے کہ نہیں

چار دن کی یہ رفاقت، جو رفاقت بھی نہیں
عمر بھر کے لیے آزار ہوئی جاتی ہے

زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

میری اجڑی ہوئی نیندوں کے شبستانوں میں
تو کسی خواب کے پیکر کی طرح آئی ہے

کبھی اپنی سی، کبھی غیر نظر آئی ہے
کبھی اخلاص کی مورت کبھی ہرجائی ہے

پیار پر بس تو نہیں ہے مرا لیکن پھر بھی
تو بتا دے کہ تجھے پیار کروں یا نہ کروں

تو نے خود اپنے تبسم سے جگایا ہے جنہیں
ان تمناؤں کا اظہار کروں یا نہ کروں

تو کسی اور کے دامن کی کلی ہے لیکن
میری راتیں تری خوشبو سے بستی رہتی ہیں

تو کہیں بھی ہو ترے پھول سے عارض کی قسم
تیری پکیں، مری آنکھوں میں جھکی رہتی ہیں

تیرے ہاتھوں کی حرارت ترے سانسوں کی مہک
تیرتی رہتی ہے احساس کی پہنائی میں

ڈھونڈتی رہتی ہیں تخیل کی بانہیں تجھ کو
سرد راتوں کی سلگتی ہوئی تنہائی میں

تیرا اندازِ کرم ایک حقیقت ہے مگر
یہ حقیقت بھی حقیقت کا نسانہ ہی نہ ہو

تری مانوس نگاہوں کا یہ محتاط پیام
دل کے خوں کرنے کا اک اور بہانہ ہی نہ ہو

کون جانے مرے امروز کا فردا کیا ہے
قربتیں بڑھ کے پشیمان بھی ہو جاتی ہیں

دل کے دامن سے لپٹتی ہوئی رتلیں نظریں
دیکھتے دیکھتے انجان بھی ہو جاتی ہیں

میری درمائدہ جوانی کی تمناؤں کے
مشتعل خواب کی تعبیر بتا دے مجھ کو

تیرے دامن میں گلستان بھی ہیں ویرانے بھی
میرا حاصل، مری تقدیر بتا دے مجھ کو



ایک تصویر رنگ

میں نے جس وقت تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
تو جوانی کا کوئی خواب نظر آئی تھی!

حسن کا نعمہ جاوید ہوئی تھی معلوم
عشق کا جذبہ بے تاب نظر آئی تھی

اے طرب زارِ جوانی کی پریشاں تتلی
تو بھی اک بوئے گرفتار ہے معلوم نہ تھا

تیرے جلوؤں میں بہاریں نظر آتی تھیں مجھے
تو ستم خوردہ ادبار ہے معلوم نہ تھا

تیرے نازک سے پروں پر یہ زرو سیم کا بوجھ
تیری پرواز کو آزاد نہ ہونے دے گا

تو نے راحت کی تمنا میں جو غم پالا ہے
وہ تری روح کو آباد نہ ہونے دے گا

تو نے سرمائے کی چھاؤں میں پنپنے کے لیے
اپنے دل، اپنی محبت کا لہو بیچا ہے

دن کی تزئینِ فسرہ کا اثادہ لے کر
شوخی راتوں کی مسرت کا لہو بیچا ہے

زخمِ خوردہ ہیں تخیل کی اڑانیں تیری
تیرے گیتوں میں تری روح کے غم پاتے ہیں

سرگیں آنکھوں میں یوں حسرتیں لو دیتی ہیں
جیسے ویران مزاروں پہ دیئے جلتے ہیں

اس سے کیا فائدہ؟ رنگین لبادوں کے تلے
روح جلتی رہے گھلتی رہے، پڑمردہ رہے

ہونٹ ہنستے ہوں دکھاوے کے قبسم کے لیے
دل غم زیت سے بوتھل رہے آزرده رہے

دل کی تسکین بھی ہے آسائش ہستی کی دلیل
زندگی صرف زر و سیم کا پیمانہ نہیں

زیست احساس بھی ہے شوق بھی ہے درد بھی ہے
صرف انفاس کی ترتیب کا انسانہ نہیں

عمر بھر ریگتے رہنے سے کہیں بہتر ہے
ایک لمحہ جو تری روح میں وسعت بھر دے

ایک لمحہ جو ترے گیت کو شوخی دے دے
ایک لمحہ جو تری لے میں مسرت بھر دے

نیا سفر ہے پرانے چراغ گل کر دو

فریب جنت فردا کے جال ٹوٹ گئے
حیات اپنی امیدوں پر شرمسار سی ہے

چمن میں جشن درود بہار ہو بھی چکا
مگر نگاہ گل و لالہ سوگوار سی ہے

فضا میں گرم بگولوں کا رقص جاری ہے
افق پہ خون کی مینا چھلک رہی ہے ابھی

کہاں کا مہر منور کہاں کی تنویریں
کہ بام و در پہ سیاہی جھلک رہی ہے ابھی

فضائیں سوچ رہی ہیں کہ ابن آدم نے
خرد گنوا کے جنون آزما کے کیا پایا

وہی شکست تمنا وہی غم ایام
نگار زیت نے سب کچھ لٹا کے کیا پایا

بھٹک کے رہ گئیں نظریں خلا کی وسعت میں
حریم شاہد رعنا کا کچھ پتہ نہ ملا

طویل راہ گزر ختم ہو گئی لیکن
ہنوز اپنی مسافت کا منتہا نہ ملا

سفر نصیب رفیقو! قدم بڑھائے چلو
پرانے راہنما لوٹ کر نہ دیکھیں گے

طلوع صبح سے تاروں کی موت ہوتی ہے
شبوں کے راج دلارے ادھر نہ دیکھیں گے



خوبصورت موڑ

چلو ایک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی بھر کن لڑکھرائے تیری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جلوئے پرائے ہیں
مرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں
تعارف روگ ہو جائے تو اس کا بھولنا بہتر

تعلق بوجھ بن جائے تو اس کا توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن!
اسے ایک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا
چلو ایک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

